سرزمینِ سنبھل پر بابر کی آمد

ظہیر الدین بابر کو ہندوستان آ کر کافی جدوجہد اور آلام ومصایب نیز پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا چونکہ ایک خاص اکثریت بغاوت پر تُلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف بغاوت کے بازار گرم تھے۔ اور عوام حکومتِ مغلیہ کی سخت مخالف تھی۔ جب بابر کو فتح حاصل ہوئی اور غازی کا لقب ملا، تو آگرہ واپسی سے قبل بابر نے باغیوں و سرکشوں کی سرکوبی کے لئے امراء کو مامور کر کے روانہ کیا اور ۹/ ذی الحجہ ۹۴۳ھ میں کول اور سنبھل کیلئے روانہ ہوا۔ سنبھل کے اطراف میں چونکہ شکار کافی تعداد میں ملتا تھا۔ اور سنبھل کی آب و ہوا سیر و تفریح کیلئے موزوں، اور جنگی لحاظ سے ایک محفوظ جگہ تھی۔ بابر نے سنبھل کے مختصر دورانِ قیام میں ایک عالی شان جامع مسجد کی مرمت کرائی۔ اگرچہ کتبات تعمیر کی خبر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے کتباتِ تاریخ شاہد ہیں۔

افتادہ زمین ۹۳۳ھ

(احسن التواریخ، گلشن ابراہیمی)

مقدمہ جامع مسجد سنبھل

سنبھل میں جہاں بے شمار آثار قدیمہ اور تاریخی عمارتیں اور نادر چیزیں موجود ہیں ان میں سے ایک جامع مسجد سنبھل محلہ کوٹ میں ہے دوسری مساجد کی طرح اس میں بھی پنجوقتہ نماز، نمازِ جمعہ وعیدین ادا کی جاتی ہیں۔ اور باقاعدہ امام اور مؤذن مقرر رہتے ہیں اس کی عمارت مسجد ہی کے طرز پر ہے یعنی پچھم کی سمت کی تعمیر ہے، ابتداہی سے یہ مسجد بنائی گئی اسکے مسجد ہونے پر سر کی آنکھیں شاہد ہیں لیکن برادران وطن اہل شہر سنبھل کے نزدیک جامع مسجد کا مسئلہ اہمیت کا حامل ہے۔ اہل شہر سنبھل کے باشندوں میں ملکی پیمانہ پر یہ بات مشہور ہے کہ یہ جامع مسجد بابر ظہیر الدین کی تعمیر کردہ ہے۔ نیز فریقین اور ہر طبقہ کے لوگ اس کے قائل ہیں۔ اور چند مؤرخین حضرات جیسے

صاحب احسن التواریخ، صاحب تاریخ امروہہ، صاحب علم وعمل صاحب کتاب سنبھل سروے، مخلص وغیرہ نے بھی بابر کی تعمیر لکھی ہے۔ اسی سلسلہ میں جہاں تک میری رسائی ہوئی ہے اور مجھے معلومات فراہم ہوئیں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ جمع کئے وہ ناظرین حضرات کے پیش خدمت ہیں اور اس میں چند بحثیں ہیں۔

(۱) ظہیر الدین بابر کے سنبھل آنے میں شک نہیں۔ اس کا سنبھل آنا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ متعدد مؤرخین نے اس کے سنبھل آنے کو لکھا ہے۔

(۲) ظہیر الدین بابر کو ہندوستان فتح کرنے کے بعد ملک میں صرف ۴؍سال حکومت کرنے کا موقع ملا، اس کی زندگی نے زیادہ ساتھ نہیں دیا۔

(۳) یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اور عقل باور نہیں کرتی کہ بابر نے تھوڑی مختصر سی مدت میں ملک بھر میں تعمیرات کرادیں اور سنبھل کی جامع مسجد کی بھی تعمیر کرائی۔

(۴) ہاں بابر ظہیر الدین کا جامع مسجد کی مرمت کرانا قرین قیاس ہے اور عقل اس کو باور کرتی ہے۔ اس مرمت کو مؤرخین نے تعمیر سے تعبیر کردیا اور یہی بات عوام وخواص میں شہرت پا گئی۔

(۵) یہی قریب تر ہے کہ ظہیر الدین بابر نے جامع مسجد سنبھل کی مرمت کرائی، مرمت کو تعمیر سے بیان کیا گیا (مثال سے واضح ہوتا ہے) جیسا کہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد کی، حالانکہ مشہور یہ ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمانؑ نے کی بلکہ مرمت یعنی تعمیر ثانی کی جس کو تعمیر سے تعبیر کیا گیا۔ اور جیسا کہ مشہور ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ نے کی جب کہ ان دونوں حضرات نے تعمیر ثانی کی اور اول تعمیر حضرت آدمؑ نے کی ہے۔

(۶) اسی طرح یہ تعمیر ظہیر الدین بابر کی نہیں بلکہ بابر نے مرمت کرائی اسی مرمت کو تعمیر کے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۷) یہ قدیم تعمیر ہے جو بابر کے عہد سے پہلے بھی موجود تھی۔ کیوں کہ یہاں پہلے سے مسلمان آباد تھے، بابر کے آنے سے قبل قاسم سنبھلی، سنبھل کا حاکم تھا اسی نے بابر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس کا تفصیلی ذکر پڑھ چکے ہیں، سنبھل علم کا گہوارہ تھا سکندر لودھی نے چار سال تک سنبھل کو دار السلطنت قرار دیا تھا، یہ فارسی، عربی کا مرکز تھا، جامع مسجد کی یہ تعمیر بابر کی آمد سے پہلی تعمیر ہے۔

(۸) اس شہر میں مسلمان سلاطین کی آمد سے اکثریت میں رہے ہیں اور آج بھی ہیں یہاں کے مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ کوئی مسجد ہو، لہٰذا یہ مسجد پہلے سے تھی اور بعد میں بابر نے ترقی دی، مغلیہ دور حکومت میں سنبھل کو معراج ارتقاء حاصل ہوئی اور مغلیہ حکومت میں سنبھل کو مرکز کی حیثیت حاصل رہی۔

(۹) نیز یہ تعمیر مغلیہ طرز کی نہیں ہے۔

(۱۰) البتہ بابر ظہیر الدین نے اپنی آمد پر مزید کام کرا کے زنیت بخشی اور تکمیل کی جیسا کہ رستم خاں دکنی جو شاہ جہاں کے عہد سے سنبھل کے ۲۵ رسال تک گورنر رہے۔ انہوں نے بھی مسجد کی مرمت کرائی اور مشرقی بڑا دروازہ بھی انہی کی تعمیر کردہ یادگار ہے۔

(۱۱) یہ کہنا کہ بابر نے مندر توڑ کر مسجد تعمیر کرائی یہ بے بنیاد اور تاریخی حقیقت سے بعید ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ مسجد کس مقام وجگہ پر تعمیر ہے اور کس نے کرائی۔

(۱) پہلی بات کی وضاحت کہ مسجد کس جگہ پر تعمیر ہوئی، ہم صاف الفاظ میں اوّلاً یہ کہتے ہیں کہ اس جگہ مندر نہیں تھا۔

(۲) دلیل، اس جامع مسجد کی جگہ پر تھوی راج کا محل تھا۔ اب افتادہ زمین پڑی تھی جب سلاطین اسلام کی آمد ہوئی اور مسلمانوں کو تسلط حاصل ہوا تو چونکہ یہ جگہ شہر میں بلند اور اونچی جگہ تھی اسی پر جامع مسجد کی تعمیر کی گئی۔

(۳) یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اس جگہ کسی کونے یا قرب وجوار میں چھوٹا سا مندر ہو پرتھوی راج نے اپنے محل کیلئے اس جگہ کو منتخب کر کے اپنا محل تعمیر کرایا اور اس کے عوض میں رانی والا مندر بنوا دیا جو آج بھی موجود ہے۔

(۴) اس جگہ مندر نہیں تھا کیوں کہ مندر کیلئے طواف (گھومنے کی جگہ) بھی ہوتی ہے اس میں کوئی جگہ گھومنے کی نہیں ہے۔

(۵) مندر کی عمارت اس انداز کی چوکور نہیں ہوتی۔

(۶) ہاں مسجد ہی کی عمارت چوکور ہوتی ہے اور مغرب کی سمت میں ہوتی ہے۔

(۷) موجودہ مسجد کی تعمیر زبان حال سے یہ کہہ رہی ہے کہ یہ مسجد ابتداء ہی سے بلند اور اونچی جگہ پر تعمیر ہے جیسا کہ مساجد کی تعمیر میں لحاظ کیا جاتا ہے اور اس کا مغرب سمت میں تعمیر ہونا شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کوئی کبھی مندر نہ تھا۔

تاریخ جامع مسجد

۷۷۲ھ میں شاہ تغلق نے مسجد کی تعمیر کرائی ہے اور ظہیر الدین بابر نے ۹۳۲ھ میں توسیع کرائی۔

ظہیر الدین بابر اور جامع مسجد

ظہیر الدین بابر حکومتِ مغلیہ کا پہلا بادشاہ ہے۔ ابتدائی دورِ حکومت میں سنبھل آیا۔ مغلیہ دورِ حکومت میں سنبھل کو معراج ارتقا کا مقام حاصل تھا۔ اور اسے مغلیہ دورِ حکومت میں ایک بلند مقام حاصل رہا ہے۔ ظہیر الدین بابر نے سنبھل میں جامع مسجد کی مرمت کرائی جس کے کتبات اس کی روشن دلیل ہیں۔

ہندوستان میں صدیوں سے مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ اور یہی یہاں کی گنگا جمنی، تہذیب کہلاتی ہے۔ ہم یہاں صدیوں سے ایک دوسرے کے غم، اور خوشی

میں برابر شریک ہوتے رہے ہیں۔
مسلم حکمرانوں کی فوج میں ہندوستانی سپاہی، اور سپہ سالار بھی رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے حکمرانوں کو پوری وفاداری کا ثبوت دیا۔
اکبراعظم کی حکومت کو مستحکم بنانے میں راجہ مان سنگھ اور دیگر راجپوتوں نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ٹھیک اسی طرح ہندو راجاؤں کے یہاں مسلمان بھی فوج میں تھے اور سپہ سالار بھی ہوئے ہیں۔اسی طرح مسلمانوں نے وفاداری کا ثبوت دیا۔
ہندوستان میں برٹش دورِ حکومت سے پہلے ہندو مسلم فساد، اور فرقہ واریت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔اور نہ ہی تاریخ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔البتہ ایک ریاست کے دوسری ریاست سے، ایک راجہ کے دوسرے راجہ سے اقتدار کی جنگیں ہوتی رہی ہیں۔جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔لیکن فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوتا تھا۔جو لوگ اورنگ زیب کے ظالم ہونے کی بات کرتے ہیں، انہیں حقیقت کا صحیح علم نہیں۔
اس سلسلہ میں سب سے پہلا بیج انگریز مؤرخوں نے بویا۔ایسی کئی شہادتیں، بلکہ تحریری ثبوت موجود ہیں۔کہ اورنگ زیب نے کئی مندروں کو جائیدادیں دی ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے مندروں کو منہدم کر کے مسجدیں تعمیر کروائیں کیا وہ لوگ اپنے گریبان میں جھانکنا گوارہ کریں گے۔
ڈاکٹر بشمبھر ناتھ پانڈے گورنر اڑیسہ نے اپنے مضمون "ہندوستان میں قومی یکجہتی کی روایات" میں تفصیل سے گفتگو کی ہے، ہم اس مضمون کے کچھ اقتباسات آگے دیں گے۔
جب سے اس ملک کے اقتدار کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں آئی، انھوں نے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان تعصب کی جڑیں مضبوط کرنے کیلئے نصاب میں تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا شروع کردیا تاکہ ان کی حکومت مستحکم ہوسکے۔
اور انہوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مسلم حکمران ظالم اور جابر تھے۔خود کو

مستحکم کرنے کے لئے انگریزوں نے مذکورہ طریقہ کار اپنایا تھا۔

جب کہ مسلم حکمرانوں کا عدل وانصاف ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

''کھلی کتاب تھے ہم کو پڑھا نہیں تم نے''

جن مؤرخوں میں تعصب نہیں تھا انھوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔اور مسلم حکمرانوں کے عدل وانصاف کا اعتراف بھی کیا ہے۔

ظہیرالدین بابر نے اپنی زندگی کا چراغ گل ہونے سے قبل اپنے بیٹے نصیرالدین ہمایوں کے نام جو وصیت لکھی تھی اس سے اس کے عدل وانصاف، اور اپنے رعایا سے خلوص ومحبت کی جھلک صاف دکھائی پڑتی ہے۔بابر لکھتا ہے:

فرزند من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔اور یہ اللہ ربُ العزت کی بڑی عنایت اور نوازش ہے کہ اس نے مجھے اس ملک کا بادشاہ بنایا۔ میرے بعد حکومت کی لگام جب تمہارے ہاتھ میں آئے تو تم مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا۔

(۱) تم مذہبی تعصب کو دل میں ہرگز جگہ نہ دو گے۔اور لوگوں کے مذہبی جذبات کو کسی طرح کی ٹھیس نہیں پہونچاؤ گے، نیز ان کی مذہبی رسومات کا خیال رکھتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو گے۔

(۲) گاؤ کشی سے رعایا کی دلجوئی کے لئے پرہیز کرو گے۔

(۳) اسلام کی اشاعت، خلوص ومحبت ہی سے بہتر ہو سکتی ہے، دوسری طرف اسلام میں حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔اور ہر ایک قوم ومذہب کے ماننے والوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ (حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق)

اب آپ سمجھئے کہ بابر مذہب کا کتنا پابند تھا۔اس۔نے سنبھل آکر افتادہ زمین کوٹ پر جامع مسجد کی مرمت کرائی، مندر کو منہدم کر کے ہرگز ایسا نہیں کیا گیا، اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔

دلیل اول:

اسلام واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ کسی بھی متنازع یا ناجائز زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، نمازی ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ لہٰذا اسلام کے ان قوانین کو جانتے ہوئے بابر کا مندر منہدم کر کے مسجد تعمیر کرانا بعید از قیاس ہے۔ اور یہ ایک انصاف پسند حاکم پر سراسر الزام ہے اس طرح کے الزام تراش کر اہلِ وطن میں تعصب اور نفرت کی آگ کو ہوا دینا ہے۔

دلیل دوم:

سنبھل میں اس جامع مسجد کے علاوہ دوسری جامع مسجد نہیں ہے جب کہ ہر شہر میں جامع مسجد ہوتی ہے۔

دلیل سوم:

اس مسجد پر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ۱۸۷۸ء میں مقدمات ہو چکے ہیں اور فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا ہے۔

بابر نے بذات خود کچھ ایام سنبھل میں قیام کیا۔ (تاریخ امروہہ ص ۴۴) ۹۳۷ھ مطابق ۱۵۳۰ء میں ہمایوں سنبھل میں تھا جب کہ بابر کا انتقال ہو گیا۔

دلیل چہارم:

ہندوستان جب سے غلامی کی بیڑیاں توڑ کر آزاد ہوا ہے، ان بیڑیوں کو توڑنے میں ہندو اور مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی مل کر ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ اور یہ آپسی تال میل ہی کی وجہ تھی کہ انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔

دلیل پنجم:

جب ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا تو آئین میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ تاریخی عمارات، مساجد اور مندر جو جہاں ہیں اور جس پوزیشن میں ہیں اپنی اصل حالت پر قائم رہیں گے۔

تقسیم وطن کے بعد آج بھی پاکستان میں، مندر، گردوارے، جہاں تھے اپنی اسی حالت میں قائم ہیں اور حکومت ان کی نگراں ہے۔ آج بھی سکھ زائرین اپنے گردوارے کی زیارت کے لئے ہر سال پاکستان جاتے ہیں۔

دلیل ششم:

اس ملک میں آج تک کوئی عمارت ایسی نہیں ہے جو مشترکہ طور پر دونوں مذاہب (ہندو مسلمان) کے لوگ اپنی اپنی مرضی کے مطابق عبادت کر سکیں۔ ایسی مشترکہ عبادت کی جگہ نہ ہے اور نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔

دلیل ہفتم:

جب سے اس جامع مسجد کی ظہیر الدین بابر نے مرمت کرائی، اس وقت سے مسلمان اس میں آزادانہ ماحول میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتے آئے ہیں۔ شاہی امام کا خاندان آج بھی موجود ہے اور اسی خاندان کے ایک فرد قاری عبد الباسط صاحب اس مسجد کے امام ہیں۔

ہائی کورٹ کا فیصلہ

۱۸۷۸ء میں جامع مسجد پر ایک مقدمہ دائر کیا گیا۔ مدعی اور مدعا علیہ کون تھے، مدعی نے کیا دعویٰ کیا تھا اور مدعا علیہ نے کیا جواب دیا، گواہان کون تھے اور کیا بیانات دیئے ہم اس بحث کو ترک کرتے ہوئے ہائی کورٹ کے فیصلے کی نقل درج کر رہے ہیں۔

۲۶ رمئی ۱۸۷۹ء ہائی کورٹ کا فیصلہ، اپیل نمبر ۱۱۲

۱۸۷۸ء چھیدا سنگھ مدعا علیہ اپیلانٹ، بنام محمد افضل بار مدعی اسپامدنٹ

یہ مضحکہ خیز مقدمہ ہے اگر اپیلانٹ کو نیک صلاح دی جاتی تو یہ مقدمہ اس عدالت میں ہرگز نہ آتا۔ اس امر کی کثیر شہادتیں موجود ہیں کہ یہ عمارت طویل زمانہ سے بطور اسلامی مسجد کے استعمال کی جا رہی ہے۔ اور ہندو اپیلانٹ کا یہ عذر کہ ہندو اس کو بوقت ضرورت

بلامخالفت مسلمان اس کو استعمال کرتے ہیں اس قدر لغو ہے کہ قابلِ توجیہ نہیں۔اس کے متعلق جج کی یہ رائے بلاشبہ صحیح ہے کہ ایسی کوئی عمارت نہیں ہوسکتی جس کو مسلمان اور ہندو دونوں عبادت کی غرض سے استعمال کرسکیں۔نہ ایسا کبھی سنا گیا ہے اور نہ ہی ایسا ہوسکتا ہے۔جج نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ ہندوؤں کا یہ دعویٰ شہادت سے قطعی طور پر باطل ہوتا ہے۔یہ اپیل ہرگز دائر نہیں ہونی چاہئے تھی۔اور اس کے یہاں رجوع کرنے میں کونسل اور وکیل اپیلانٹ نے اپنے فرائضِ منصبی میں سخت غفلت کی ہے۔

اپیل ہذا کے خلاف مذکورہ بالا رائے کا اظہار کرتے ہوئے ہم اس کو مع کل اخراجاتِ عدالت خارج کرتے ہیں۔

دستخط

(سر، آر، اسٹوارٹ، چیف جسٹس ہائی کورٹ)

ان امور پر جو مقدمہ ہٰذا میں فریقین کے بیانات سے پیدا ہوئے اور جن کو عدالت نے تجویز کیا ہے۔ہمیں عدالت کا فیصلہ قانونی طور پر صحیح اور شہادت کے موافق معلوم ہوتا ہے اور موجباتِ اپیل میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بناء پر ہم ڈگری مصدورہ عدالت صاحب جج ضلع بحق مدعی میں کوئی دخل اندازی کرسکیں۔

لہٰذا اپیل مع اخراجات کے ڈسمس کی جاتی ہے۔

دستخط

(مسٹر، الیف، جی پیر حسن، جج ہائی کورٹ) (از احسن التواریخ)

دلیل اول: مذاہب و معابد کی حفاظت:

آج ہندوستان میں مذاہب و معابد و عبادت گاہوں کی نہ حفاظت ہے اور نہ باہم قوموں میں ادب واحترام ہے جب کہ ہندوستان کی تاریخ شاہد ہے کہ اس ملک کے باشندے باہم محبت واحترام کے ساتھ رہتے تھے۔اور ہر قوم و مذہب کے ماننے والوں کی جان وآبرو و مال محفوظ تھا اور جملہ مذاہب کے عبادت خانوں کی حفاظت تھی۔

نیز سلاطین اسلام کا طریقہ جاری تھا کہ بلالحاظ رعایا وعقیدوں کے ان کو جاگیریں اور جائدادیں وقف کرتے رہے ہیں۔ اورنگ زیبؒ کو شدید متعصب بادشاہ کہا جاتا ہے اور انگریزوں نے ان کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کیں اور تعصب کی آگ بھڑکائی۔ جب کہ تاریخ اور ان کے فرمان شاہد ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ اورنگ زیب نے بعض مندروں کے لئے جائدادیں وقف کیں۔

شہنشاہ اورنگ زیبؒ کے متعلق مولانا طفیل احمد صاحب روشن مستقبل صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ:

ایک شخص نے انہیں عرضی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ تنخواہ تقسیم کرنے والے دونوں افسر آتش پرست و پارسی ہیں انہیں برخاست کر دیا جائے۔ سلطان کی طرف سے جواب ملا کہ سلطنت کے کاروبار میں مذہب کو دخل نہ دینا چاہئے۔ اورنگ زیب کے عہد میں بنگال کے ہندوؤں کو منصب داری اور بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں اور ہندوؤں کو گورنر، جنرل، وائسرائے کے عہدوں پر فائز کیا گیا۔ یہاں تک کہ افغانستان جو خالص اسلامی صوبہ تھا اس پر بھی ہندو کو نائب دار السلطنت مقرر کیا گیا جو راجپوت تھا۔ (روشن مستقبل ص ۳۶) شہنشاہ اورنگ زیب کا اپنے عہد میں اس طرح کا طرز عمل رہا اور اس طرح کے ہزار ہا واقعات ہیں اسکے باوجود ان پر ایک متعصب بادشاہ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

دلیل دوم ۲: ہندوستان میں قومی یک جہتی کی روایات:

ڈاکٹر بشمبھر ناتھ گورنر اڑیسہ رقمطراز ہیں:

مسلم حکمرانوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کی حکومتوں میں ہندوؤں کے مندروں اور دھرم شالاؤں کی حفاظت کی جاتی تھی۔ برنڈوں گووردھن اور متھرا کے مندروں کو شاہی خزانے سے مدد لی جاتی تھی۔ متھرا ضلع کے گووردھن میں پری دیو جی کا مندر ہے یہ

۱۵۰۰ء میں بنا۔ احمد شاہ کے ایک دستخطی فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں کی امداد سے مندروں کو خرچ کیلئے روپیہ ملتا تھا۔ اکبر آباد کے صوبہ ۱ چھینز اقصبے کے کسانوں اور زمیں داروں کے نام۔ احمد شاہ کے فرمان ملتے ہیں۔

دلیل سوم ۳:

اس فرمان کے ذریعہ سترہ بیگھا زمین بنالگان مندر کے پجاری شیتل داس بیراگی کے نام دودو ماہ میں دیجاتی ہے جس سے وہ دیوتا کے بھاگ اور ٹھاکر جی کا خرچ برداشت کر کے اس زمین کی مال گزاری بیراگی جی کے لئے منظور کی جاتی ہے۔ جس سے وہ ٹھاکر جی کیلئے ضروری چیزیں خرید سکیں۔ ارچھینز ابازار کے چودھری کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک گاڑی اناج پر پاؤ سیر ٹھاکر جی کے لئے رکھ لیا جائے وہ بیراگی جی کو ضرور ملے۔ فرمان بتاریخ یکم رمضان ۱۱۳۹ھ شہنشاہ کی بلند تخت حکومت کا چھٹا سال فرمان ضلع آگرہ ۱ چھینز انرسنگھ مندر کے لئے ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ء احمد شاہ بادشاہ۔

دلیل چھارم ۴: حکم قرآنی

قرآن کے حکم کے مطابق یہ ہے کہ کسی مذہب کے عبادت خانہ کو منہدم کرنا ایک ظالمانہ فعل ہے۔

دلیل پنجم ۵: مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عہد

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں شام و فلسطین کے عیسائی اسلامی مملکت میں شامل ہوئے اس وقت مسلمان اور عیسائیوں کے درمیان جو عہد نامے لکھے گئے ان میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی درج تھا کہ ان کے گرجا میں رہائش خانہ نہ لے جائیں اور نہ ان کو ڈھایا جائے اور نہ ان میں کچھ کمی کی جائے۔

دلیل ششم ۶: ایک دیگر آیت جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور عبادت

خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ڈھادیئے جائیں اور اللہ اسکی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ کی مدد کرے بے شک اللہ زبردست ہے اور زور والا ہے۔
(سورہ حج)

بابر کے حالات میں مستند ترین ماخذ

ظہیر الدین بابر کے حالات میں مستند ترین ماخذ خود اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا روزنامچہ سوانح ہے جو علمی حلقوں میں تزک بابری کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

یہ روزنامچہ بابر کے پورے حالات وسوانح حیات کو حاوی ہے جس میں اس نے اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کو تفصیل سے قلم بند کر دیا ہے حتی کہ وہ جن مقامات پر گیا ہے وہاں کے عوام کی حالت، جانوروں کی قسمیں، آب وہوا، باغات اور عمارتوں کا تذکرہ بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ کیا ہے اصل کتاب ترکی زبان میں ہے متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے بابرنامہ کے نام سے انگریزی میں ترجمہ ہوا نیز بابرنامہ کے نام سے ہی اردو زبان میں بھی ترجمہ ہے اب یہی انگریزی اور اردو کے دونوں ترجمہ تذکرہ نویسوں کے لئے ماخذ ومرجع کا کام دیتے ہیں۔

دلیل ھفتم :۷

کوئی بھی شخص اول سے آخر تک پڑھ جائے اسے کہیں بھی نہ ملے گا کہ بابر نے کسی مندر کو منہدم کرا کے مسجد تعمیر کرائی ہو۔

تزک بابری کے علاوہ دوسری کتب تاریخ، جیسے اکبر نامہ ابوالفضل، طبقات اکبری تالیف خواجہ نظام الدین احمد، منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی، خلاصۃ التواریخ منشی سبحان رائے، تاریخ فرشتہ محمد قاسم فرشتہ۔ غرض کہ کسی بھی معاصر یا غیر معاصر مستند ومعتبر تاریخ میں کسی مورخ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ بابر نے مندر ڈھا کر مسجد تعمیر کرائی ہو چونکہ مورخ حقیقت حال کو بیان کرتا ہے اگر ایسا ہوتا تو مورخ ضرور لکھتا۔

دلیل ہشتم:۸

اس کے علاوہ بابر خود جیسے ذہن ومزاج کا حکمران ہے اس کے لحاظ سے یہ امر بعید از قیاس ہے کہ وہ کسی بھی مذہبی عبادت گاہ پر غلط نگاہ ڈالے گا اس کے مزاج کو سمجھنے کے لئے وہ وصیت نامہ جوگزر چکا ہے کافی ہے۔

دلیل نہم:۹

بابر مندر شکنی کے الزام سے قطعاً بری ہے چنانچہ پروفیسر شری رام شرما، اپنی مشہور کتاب مغل امپائران انڈیا میں پوری صفائی سے لکھتے ہیں کہ ہم کوکوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ بابر نے کسی مندر کو منہدم کیا یا کسی ہندو کی ایذ ارسانی محض اس لئے کی کہ وہ ہندو ہے۔

(صفحہ ۱۵۵ ایڈیشن ۱۹۴۵ء بحوالہ معارف فروری ۱۹۵۶ء)

دلیل دہم:۱۰ کتبات بابری

آج کی دنیا میں کتبات کی جو اہمیت ہے وہ دانشور اور اہل علم سے مخفی نہیں آج حکومتیں ان کی فراہمی اور حفاظت پر کروڑوں روپئے خرچ کر رہی ہیں اور ان سے صرف عمارتوں ہی کی تاریخ معلوم نہیں کی جاتی بلکہ قوموں کی مذہبی، تمدنی اور سیاسی تاریخ کی تدوین میں انہیں مستندترین مواد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

دلیل یازدہم ۱۱: جامع مسجد سنبھل کے کتبات

دلیل دوازدہم ۱۲:

خلاصۃ التواریخ کے مؤرخ بتا کہ سبحان رائے نے تھانیشور کے سالانہ ہندو میلے اور یہاں کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب سکندر لودھی نے اس میلے کو بند کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو دربار کے مشہور مؤرخ اور عالم فاضل میاں عبداللہ لودھی نے اس بات کی زوردار مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مندروں کا گروانا اور ندی، تالاب کے کنارے پرانے زمانہ میں ہونے والے نہان کو بند کرنا قطعی غیر قانونی اور شریعت کے خلاف ہے۔

لکھا ہے کہ سکندر لودھی غصے سے لال ہو کر ایک ننگی تلوار لے کر یہ کہتا ہُوا ان کے اوپر جھپٹا کہ تو بت پرستوں کی طرف داری کرتا ہے۔ ان عالم صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں بادشاہ سلامت کو شریعت کا فتویٰ بتا رہا تھا اب یہ آپ کی مرضی ہے چاہے مانیں یا نہ مانیں بادشاہ کے اوپر اس کا بڑا اثر پڑا اور اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور کبھی اس نے ہندو میلے کے بند کرانے کا ارادہ نہیں کیا۔

دلیل سیزدھم ۱۳:

قاضی مغیث الدین ایک کٹر قسم کا مؤرخ تھا جب اس نے علاؤالدین خلجی کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہندوؤں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرے تو علاؤالدین خلجی نے جواب دیا کہ مولانا تم ایک بہت بڑے عالم ہو۔ دنیا کے تجربات کے لحاظ سے صفر ہو۔ میں بالکل پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ پر میں نے دنیا خوب دیکھی ہے میں وہ حکم جاری کرتا ہوں جس میں حکومت اور رعایا کا فائدہ سمجھتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات شریعت کے مطابق ہے یا خلاف، میں وہی حکم دیتا ہوں جو حکومت کیلئے اچھا ہو اور موقعہ کے مطابق سمجھتا ہوں۔ سلطان جلال الدین نے ہندوؤں کی طرف اپنے نرم رخ کو سختی میں بدلنے سے صاف انکار کر دیا۔

دلیل چھاردھم ۱۴: سفرنامہ مخلص

مخلص نے اپنے سفرنامہ میں سنبھل کی جامع مسجد کو بابر کے عہد کی تعمیر بتائی ہے اگر چہ ہندو ہونے کی حیثیت سے اس کا فرض تھا کہ وہ اس موضوع پر کچھ اور روشنی ڈالتا وہ لکھتا ہے کہ اس مسجد کے متعلق ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ سنبھل کے ایک نائب صوبہ دار دیاناتھ سنگھ نے مسجد کے لئے حکماً شہر کے جاگیرداروں پر ٹیکس عائد کیا۔ نیز ۱۷۲۳ء میں قمرالدین اعتمادالدولہ نے اور ۱۷۷۷ء میں رائے دولت سنگھ نے بھی ایسے ہی احکام جاری کیے،

نیز مخلص لکھتا ہے کہ۔ چوں بابر بادشاہ بہندوستان مسلط شدند و سنبھل را بجا ہمایوں بادشاہ کہ درآنوقت نام نامی ایشاں ہمایوں میرزا بود عنایت نمودند۔ در زمان ایشاں بشہر سنبھل جامع مسجد تعمیر کردند۔ حالا ایں جامع مسجد شہر است۔ (سفرنامہ مخلص ص ۱۳۰)